اور دلائل جلالیہ کی روشنی میں بحث کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کے اسلام کو ثابت کرتے ہیں۔

پھر حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے احیاء کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ اور دیگر محدثین کی روایتیں نقل کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں جا رہے تھے کہ آپ کا گذر عقبۃ الحجون سے ہوا۔ اس وقت آپؐ پر رقت طاری ہوگئی اور آپؐ رنجیدہ ہوگئے۔ آپؐ کو دیکھ کر میں بھی آبدیدہ ہوگئی۔ پھر آپؐ کو کامیابی حاصل ہوئی اور آپؐ اتر کر بولے اے حمیرا (عائشہ) تو یہیں ٹھہر، میں اونٹ کے پہلو میں کھڑی ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر کے بعد تشریف لائے تو آپؐ کے چہرہ سے خوشی و مسرت جھلک رہی تھی۔ میں بولی آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! آپؐ جب گئے تھے تو بہت غمزدہ اور آبدیدہ تھے، میں بھی آپؐ کے رونے سے رو دی تھی۔ کیا بات ہے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپؐ نے فرمایا۔ میں اپنی ماں کی قبر کے پاس گیا اور خدا سے دعا کی کہ ان کو زندہ کر دے۔ چنانچہ خدا نے ان کو زندہ کر دیا اور وہ مجھ پر ایمان لے آئیں۔ پھر اللہ نے ان کو اسی حالت پر واپس کر دیا یعنی وہ فوت ہوگئیں۔ مصنف نے اس طرح کی پانچ روایتیں نقل کر کے دلائل پیش کئے ہیں۔

آخر میں مصنف نے اس سلسلہ میں دس اعتراضات کے جوابات بالترتیب بڑے تفصیلی اور مدلل انداز میں دیئے ہیں۔

اختتام کے طور پر وہ لکھتے ہیں کہ فافهم و استقم ولا تتبع خطوات الشيطان فان الشيطان للانسان عدو مبين، الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد الخلق محمد و آله وصحبه اجمعين۔

خاتمہ میں جو کاتب کا تحریر کردہ ہے اس طرح کی عبارت ہے:

... العقائد تمت ، الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ
محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ...
فی اثبات اسلام آباء الرسول تصنیف جناب زبدۃ العلماء ... فاضل ...
... حضرت قاضی مولانا محمد ارتضیٰ علی خاں صاحب وقبلہ ...
وحقائق اجلالہم موافق حکم جہاں مطاع صاحب علی گہرو الا نسب صاحبزادہ بلند نسبت
بتاریخ ہفتم شہر جمادی الثانی ۱۲۴۳ھ از خط کمترین بدر الدین ... رسیدہ ۔ تمت ۔

اس کے بعد نیچے سرخ روشنائی سے یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

الٰہی بیامرز ایں سہ را
مصنف ، نویسندہ ، خوانندہ را

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب اس طرح دیا ہوا ہے :
محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب ، بن ہاشم بن عبد مناف
بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ
بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن ادد بن الہمیسع بن سلامان
بن ثابت بن حمل بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم بن آزر بن ناحور بن شاروغ بن ارغو بن فالغ
بن خابر (یا عابر) بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ بن
یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم صلوات اللہ علیہم اجمعین ۔

ان سب اسناد کی تفصیل حاشیہ پر دی گئی ہے جس میں ہر فرد کی اولاد ذکور و
اناث ، اس کے ماں باپ کے نام کے ساتھ کنیت ، بھائی بہنوں کا تذکرہ ، دیگر حالات اور
سکونت نیز اختلافات کی تفصیل لکھ دی گئی ہے ۔

منطق وفلسفہ
ایک علمی وتحقیقی جائزہ

جناب محمد اطہر حسین قاسمی بستوی

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی رائے

مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ معقولی کتابوں سے متنفر رہتے تھے اور ان کو اشراقیین ومشائین کا جمع کیا ہوا گوہ موت کہتے تھے ۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ کے قافلہ کا ریاست رامپور جانے کا ارادہ ہوا تو وہ زمانہ نواب احمد علی خاں کا تھا، جب علمائے رامپور نے (جو معقولات کے شیدائی تھے) کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سید صاحب کے لوگوں کو بالخصوص مولوی اسمٰعیل صاحب کو نیچا دکھایا جائے اور مشورہ سے ایک عالم صاحب کو گفتگو کے لئے منتخب بھی کر لیا گیا۔ اس زمانہ میں رامپور میں ایک صاحب شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے جو رامپور ہی کے رہنے والے تھے ، جب ان کو اس مشورہ کی اطلاع ہوئی تو وہ رامپور سے پیدل روانہ ہوئے اور دو تین منزل چل کر سید صاحب کے قافلہ سے ملاقات کی

اصحاب لوگوں سے کہا کہ آپ صاحبوں کا رامپور تشریف لے جانا مصلحت نہیں ہے کیونکہ وہاں کے علماء نے آپ لوگوں سے مناظرہ کا شور کیا ہے اور وہ مناظرہ پر تلے ہوئے ہیں اور اگر جانا ہی ہے تو اور لوگ جائیں مگر مولانا اسمٰعیل صاحب کا جانا کسی طرح مصلحت نہیں ہے کیونکہ وہاں کے علماء ان کے خاص طور پر درپے ہیں، اس کے بعد وہ مولانا اسمٰعیل صاحب کے پاس گئے اور ان سے خصوصیت سے اس واقعہ کو بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ ہرگز رامپور تشریف نہ لے جاویں۔ مولانا نے فرمایا کہ:

> "یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کی وجہ سے اس قدر تکلیف گوارا کی اور ہم آپ کے ممنون ہیں لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی وجہ سے اتنی پریشانی ہو کیونکہ وہ لوگ یا معقول میں گفتگو کریں گے یا منقول میں گفتگو کریں گے، تو جو بات ہمیں معلوم ہوگی ہم اس کا جواب دیں گے اور جو نہ معلوم ہوگی ہم صاف کہدیں گے کہ ہم نہیں جانتے اور اگر وہ معقول میں گفتگو کریں گے تو خدا نے عقل ہمیں بھی دی ہے، وہ اشراقیہ اور مشائیہ کا جمع کیا ہوا گوہ اچھالیں گے، اس کے جواب میں ہم بھی اپنی عقل سے گوہ اچھالیں گے دیکھیں وہ کہاں تک چلتے ہیں۔"

غرض مولانا نے اپنا ارادہ فسخ نہیں کیا اور قافلہ کے ہمراہ رامپور پہونچے، جب رامپور پہونچے ہیں تو حسب قرارداد باہمی علمائے رامپور نے اپنے منتخب عالم کو مناظرہ کے لئے بھیجا، اس نے پہونچ کر مولانا سے سوالات شروع کئے اور مولانا نے تمام سوالات کا جواب دیا، یہ گفتگو تین روز تک رہی، جب سائل کے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ آپ کے سوالات تو ختم ہوئے، اب مجھے اجازت ہو تو چند سوالات میں بھی کروں، انھوں نے اجازت دی مولانا نے صرف چار سوالات کئے دو معقول کے اور دو منقول کے، مگر ان کو جواب نہ بن آیا، اس لئے انھوں نے مہلت چاہی

کہیں کیا جواب دوں گا، آپ نے اجازت دے دی، اگلے دن صبح کی نماز کے وقت اُن کا حجرہ نہیں کھلا، لوگوں نے نماز کے لئے اٹھانا چاہا مگر وہاں سے کوئی جواب نہ آیا، تب لوگوں کو شبہ ہوا تو لوگ کواڑ اتار کر اندر داخل ہوئے، دیکھا تو عالم صاحب مرے پڑے ہوئے ہیں اور انھوں نے سر میں پتھر مار کر خودکشی کر لی ہے۔

(ارواح ثلاثہ ص۸۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کا ارشاد

بیہقیِ وقت حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حکمت و فلسفہ کو لاشیٔ محض فرماتے تھے اور اس میں کمال پیدا کرنا گویوں کا کمال قرار دیتے تھے، چنانچہ لکھتے ہیں:

وخواندن حکمت فلاسفہ لاشیٔ محض است کمال درآں مثل کمال مطربان است در علم موسیقی کہ موسیقی ہم فنے است از فنون حکمت ریاضی۔	اور فلسفیوں کی حکمت پڑھنا لاشیٔ محض ہے، اس میں کمال پیدا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فن موسیقی میں گویوں کا کمال کہ وہ بھی حکمت ریاضی کے فنون میں سے ایک فن ہے۔

(مالا بد منہ ص۱۶۳)

علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ کا فرمان

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنی زندگی ارسطو اور افلاطون کے وسوسوں اور ان کے پراگندہ خیالات میں گذارتے ہیں وہ کبھی قرآن کریم کے حقائق و دقائق اور اس کے رموز و اسرار سے واقف نہیں ہو سکتے اور انھیں اس کے علوم عجیبہ کی ہرگز ہوا نہیں لگ سکتی، چنانچہ لکھتے ہیں:

واما من صرف عمرہ بوساوس ارسطا طالیس واختار	جو عمر اپنی ارسطو کے وسوسوں اور خیالات میں بسر کرے اور موردِ

[illegible] الفائقة على ريش الطواويس فهو بمعزل من فهم غوامض الكتاب وادراك ما تضمنه من العجب العجاب

[illegible] کے پروں پر [illegible] وہ قرآن کتاب [illegible] رموز کا ادراک کرسکتا ہے اور نہ اس کے عجائبات کو پاسکتا ہے۔

(تفسیر روح المعانی جلد اول ص[illegible])

دیکھئے کتنے فصیح و بلیغ انداز میں علامہ بغدادی نے بندگان خدا کو قرآن کریم کی ترغیب اور معقولات سے ترہیب کا سبق دیا ہے۔

مفتی محمد صادق جونپوری رحؒ کا ارشاد

مصنف شمس بازغہ (فلسفہ) ملا محمود جونپوری متوفی ۱۰۶۲ھ کے شاگرد مفتی محمد صادق جونپوری متوفی ۱۰۶۳ھ ایک عابد وزاہد اور متقی انسان تھے، طبیعت میں توکل اور فقر و استغنا زیادہ تھا، دنیا و اہل دنیا سے کوسوں دور رہتے تھے اور اس کے ساتھ بڑے صاحب کشف و کرامت تھے، ان کی بہت سی کرامتیں مولانا قاضی اطہر مبارکپوری نے دیار پورب میں علم اور علماء میں لکھی ہیں، بایں ہمہ مفتی محمد صادق صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ معقولیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے، ایک دن ان کے استاذ مشہور فلسفی ملا محمود جونپوریؒ نماز کے وقت تشریف لائے اور امامت کے لئے آگے بڑھے مگر استاذ ہونے کے باوجود مفتی صاحب نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے ہٹادیا اور خود آگے بڑھ کر امامت کی، نماز پڑھنے کے بعد مفتی صاحب نے دست بستہ اپنے استاذ سے عرض کیا کہ:

"حضرت! میں حتی الامکان نماز نہیں پڑھاتا ہوں مگر مجھے حکماء و فلاسفہ کے کلام میں ایمان مشتبہ معلوم ہوتا ہے اس لئے میں نے نماز ضائع نہیں

پھینک دی بلکہ خود ہی امامت کردی۔"

محمود جونپوری اپنے عزیز شاگرد کی یہ بات سن کر بے انتہا خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اپنے شاگردوں میں ایک کو عابد و زاہد اور عالم باعمل پایا۔

(دیار پورب میں علم اور علماء ص ۲۳۷)

شاہ اسحٰق دہلویؒ کی رائے

شاہ اسحٰق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فلسفہ کو لغو اور مہمل سمجھتے تھے اور اس کو لایعنی و بیکار قرار دیتے تھے، اسی لئے اس کو کبھی نہیں پڑھایا، ہمیشہ حدیث و تفسیر ہی پڑھاتے رہے، ایک مرتبہ انھوں نے ایک طالب علم کو بے چین دیکھا، اس سے وجہ پوچھی تو اولاً اس نے متکبرانہ طور پر اغماض کیا کہ کچھ نہیں، پھر اصرار کرنے پر بتایا کہ شمس بازغہ (فلسفہ) کا ایک مقام حل نہیں ہوا اور استاذ سے اس کے بارے میں اختلاف ہوگیا، میں تین روز سے اس میں الجھا ہوا ہوں، شاہ اسحٰق صاحبؒ نے از روئے شفقت فرمایا کہ ذرا ہمیں تو دکھاؤ، اس نے یہ سمجھ کر کہ یہ ایک محدّث علم حدیث کے ماہر ہوں گے، فلسفہ کی کتابوں سے کیا واسطہ، بڑے استغنا سے کتاب ان کے آگے رکھ دی، شاہ صاحبؒ نے اس مقام کا مطالعہ کرکے اس کی ایک ایسی واضح تقریر کردی کہ اس کے سب شبہات جاتے رہے، اب تو یہ طالب علم قدموں میں گر پڑا، شاہ صاحبؒ نے فرمایا "میاں ہم نے پڑھا سب کچھ ہے مگر اس کو لغو سمجھ کر چھوڑ رکھا ہے۔"

(مجالس حکیم الامت ص ۲۳۶)

محققین صوفیاء کا ارشاد

فلسفہ اور اس کے معانی میں غور و خوض عقل کے لئے حجاب بن جاتا اور وصول حق سے مانع ہو جاتا ہے اس لئے اس سے ضرور بچنا چاہئے، چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"محققین اہل کشف و صوفیاء نے فرمایا ہے کہ لطائف قلبیہ کے ہر ہر لطیفہ میں

دس دس ہزار حجابات ظلماتی و نورانی ہیں اور لطیفۂ قالبیہ کو ملا کر سات لطیفے میں تو ستر ہزار حجاب ہوئے ، ذکر سے ظلمت دفع ہوتی ہے اور نور لطیفہ کا سالک کو نظر آتا ہے ، یہ علامت ان حجابات کے اٹھ جانے کی ہے مثلاً :

حجاب نفس کا شہوت ولذت ہے اور حجاب دل کا نظر کرنا ہے غیر حق پر اور حجاب عقل کا معانی فلسفہ میں غور و خوض کرنا اور حجاب روح کا مکاشفات عالم مثال کے ہیں وعلیٰ ہذا ، ان میں سے کسی کی طرف ملتفت نہ ہو ، مقصود حقیقی کی طرف متوجہ رہے اور غیر مقصود کی نفی کرتا رہے ۔"

(تعلیم الدین ص۱۳۴)

حضرت تھانویؒ کے ارشادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ معقولات کو مذموم عادات میں شمار فرماتے تھے اور اس میں توغّل و انہماک کو واجب المنع قرار دیتے تھے ، چنانچہ اس کے مفاسد کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

"منجملہ ان رسوم کے طالب علموں کا بڑے بڑے عہدوں کو حاصل کرنے کے لئے باوجود ضائع ہونے دین کے انگریزی پڑھنا یا معقول و فلسفہ میں دینیات سے زیادہ توغّل و انہماک ہے ، چونکہ ان دونوں چیزوں کا ضرر رساں ہونا تجربہ و مشاہدہ سے ثابت ہو چکا ہے اس لئے داخل وعید قرآنی ہو کر واجب المنع ٹھہریں گے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے : وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

یعنی یہ لوگ ایسی چیز سیکھتے ہیں جو انھیں نقصان دیتی ہے نفع نہیں دیتی "

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ فلاسفہ کو خطاب کرکے فرماتے ہیں :

"تمہارا فلسفہ ایسا ہے کہ پڑھتے پڑھتے دماغ خراب کر لیا اور آخر میں نتیجہ کیا ؟ کچھ بھی نہیں ، سوائے اس کے کہ اشراقیین کی رائے یہ ہے اور

مشائین کی رائے یہ ہے، معلوم نہیں کہ کونسی غلط ہے اور کونسی صحیح ہے اور ہمارا علم یہ ہے کہ اول ہی دن ہم نے پڑھا کر وضو میں اتنے فرض ہیں اور وضو کرنا شروع کر دیا، اسی وقت سے حاصل نکلنے لگا اور پر ثواب کی امید ہوئی اور تمہیں کیا ملا؟ کونسا ثواب مشائین اور اشراقیین کی رائے پر ملنے کی امید ہے، بس یہی فرق ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیم میں اور حکمار کی تعلیم میں، فلسفہ تو رہ گئے ہے منطق ہی میں دیکھئے کس قدر مباحثات اور مناظرات ہیں، ایک ذرا سی بات ہی طے نہیں ہو پاتی، خواہ مخواہ فضول جھگڑے بھرتے ہیں اور اس پر نازاں ہیں کہ ہمارے علوم بڑے دقیق ہیں مگر اس دقت کا حاصل کیا ہے؟ اگر کوئی بات مشکل سے حاصل ہو لیکن یہ امید ہو کہ اس کو حاصل کر کے کوئی نتیجہ معتدبہ حاصل ہوگا تب بھی مضائقہ نہیں لیکن یہاں حاصل کا نام صفر ہے۔"

(اشرف الجواب لشفاء المرتاب جلد چہارم ص ۱۷۶)

مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فلاسفہ کو شیطانی گروہ قرار دیتے تھے اور ان کے لئے ناکامی و نامرادی لازم گردانتے تھے اور فرماتے تھے کہ فلاسفہ کی تصدیق انبیاء کی تکذیب ہے اور ان کے علوم کی تکذیب ہے، چنانچہ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہے کہ فلاسفہ کی تصدیق اور ان کے علوم کی تصدیق انبیاء کی تکذیب اور ان کے علوم کی تکذیب ہے اس لئے کہ ان دونوں کے علوم ایک دوسرے سے بالکل مقابل سرے پر واقع ہوئے ہیں، ایک کی تصدیق دوسرے کی تکذیب کو مستلزم ہے، اب جو چاہے انبیاء کے دین کا پابند ہو اور اللہ تعالیٰ کی جماعت میں سے اور اہل نجات میں سے ہو اور جو چاہے

شامل ہو جائے اور شیطان کے گروہ میں سے ہو اور تمام دنیا برباد ہو فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر ہو جائے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کی ہے جن کی قناتوں نے ان کو گھیر لیا ہے اور اگر وہ پیاس سے فریاد کریں گے تو ان کی دادرسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے سیسہ کی طرح ہوگا جو منہ کو جلا دے گا اور وہ بری چیز ہوگی) اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ کے اتباع کی پابندی کی، ان پر اور ان کے برادران انبیائے کرام اور ملائکہ عظام پر مکمل ترین اور اعلیٰ ترین درود وسلام ہو۔"

(مکتوب ۲۳ ج ۳ بنام خواجہ ابراہیم قبادیانی)

مولانا گیلانی رحمہ کا ارشاد مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۵ھ معقولات کو مردہ تصور کرتے تھے اور اس کے شغل کو مہمل اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو اضاعت وقت قرار دیتے تھے، چنانچہ نہایت درد وکرب کے ساتھ لکھتے ہیں :

"فلسفہ کا تعلق حقائق و واقعات سے نہیں ہوتا بلکہ وہ مفروضہ اوہام سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتے اس لئے مقبول ہونے کے بعد تھوڑے دنوں پھر فلسفہ کا فلسفہ مسترد ہوتا رہا ہے، پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے .... اب بھی یہی ہو رہا ہے، آئندہ بھی یہی ہوتا رہے گا۔ ہمارے زمانہ میں یہ فلسفہ قطعی طور پر مردہ ہو چکا ہے لیکن ہمارے [illegible] درسیات

محمد یا مرحوم و مغفور فلسفہ کی کتابیں پڑھاتے جا رہے ہیں، آپ ہی بتائیے کہ طلبہ کا قیمتی وقت اور عمر کا گرانمایہ حصہ ایک ایسے مہمل شغل میں برباد ہو رہا ہے۔"

(سوانح قاسمی جلد دوم ص ۲۹۷)

مولانا دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"میرا خیال تو یہ ہے کہ واقعی غور و فکر اور محنت و کاوش کی جو مقدار اور جو وقت معقولات کی کتابوں کی عبارتوں کو سمجھنے میں خرچ کیا جاتا ہے اور اب بھی خرچ کرنے والے بیدردی کے ساتھ اسی مشغلہ میں صرف کرتے ہیں، اگر ان کے بجائے اللہ کی کتاب کے ساتھ یہی تعلق پیدا کر لیا جائے تو علم کا نیا باب لوگوں پر کھل جائے گا اور حضرت نانوتویؒ کا یہ ارشاد بجا طور پر صادق آئے گا کہ قرآن مجید کے الفاظ ہی میں غور کرنا چاہیے۔"

(سوانح قاسمی جلد اول ص ۳۷۶)

شیخ الاسلامؒ کی تنقید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۷ھ بھی معقولات کی کثرت سے بیزار تھے اور موقع بموقع نصاب تعلیم میں ان کی زیادتی پر تنقید فرماتے تھے، ۱۹۲۸ء میں لکھنؤ میں آل پارٹیز کانفرنس ہوئی جس میں نہرو رپورٹ پیش کی گئی، شب کی نشست میں مرحوم تصدق حسین شیروانی نے کسی تجویز پر تقریر فرمائی، اس کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ ندوۃ العلماء میں تشریف لے گئے، وہاں طلباء کے درس قرآن کے متعلق ایک جلسہ منعقد کیا گیا تھا جس میں آپ نے تقریر فرمائی، دوران تقریر قرآن کریم کے فضائل و آداب بیان کئے اور قدیم نصاب درس میں معقولات کی زیادتی اور قرآن مجید کے درس و مطالعہ کی کمی اور اس کی حق تلفی پر تنقید فرمائی۔

(شیخ الاسلام معاصرین اور عقیدتمندوں کی نظر میں ص ۱۹۱)

حضرت شیخؒ کا ارشاد

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۲ھ معقولات کو کافروں کی زبان کا علم سمجھتے تھے اور اس کے مضر اثرات سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ :

"قرآن و حدیث میں جو اثرات ہوں گے وہ ظاہر ہے اور کافروں کی زبان میں جو اثر ہوگا وہ بھی ظاہر ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جس دن میں نے میبذی (فلسفہ) شروع کی تھی اس رات کو میں نے خواب دیکھا تھا کہ میں ہاتھی پر سوار ہوں، بڑی خوشی سے خواب ابا جان کو سنایا، انھوں نے کہا کہ ہاتھی اور سُور کی صورت ایک سی ہوتی ہے (صرف بڑے اور چھوٹے ہونے کا فرق ہے) میبذی شروع کرنا ظاہر میں تو ہاتھی پر بیٹھنا ہے لیکن حقیقت میں سُور پر بیٹھنا ہے۔"

(فضائل زبان عربی ص۳۱)

حضرت رائے پوریؒ کی نفرت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۸۲ھ معقولیوں سے سخت نفرت کرتے تھے اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے اکثر احتراز فرماتے تھے، چنانچہ ان کا سوانح نگار لکھتا ہے :

"آپ علمائے معقولات کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور ان کے حالات سے واقف ہونے کی بنا پر ان سے زیادہ متاثر اور ان کے عقیدت مند نہیں رہے تھے، ان کی آنا دروی اور ان میں بعض کے عدم تورع اور بلند بانگ دعاوی سے آپ کی طبیعت متنفر ہوگئی تھی، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان منطقیوں اور ادیبوں میں تکبر اور حبِ جاہ دیکھا، وہ کسی عالم کو خاطر میں نہیں لاتے اور ہمچو من دیگرے نیست ان کا قول ہوتا ہے۔"

(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری ص۴۶)

حضرت شیخ الہندؒ کا طریقۂ کار حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ بھی معقولات سے کچھ زیادہ مانوس نہیں تھے بلکہ یک گونہ اس سے متنفر اور بیزار تھے، چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے کبھی حدیث کی چوکی پر منطق و فلسفہ کی کتاب نہیں رکھی جیساکہ ان کے شاگرد مولانا ثناء اللہ امرتسری بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ بڑے پایہ کے عالم تھے، ہر فن کی تعلیم دیتے تھے مگر حدیث کے ساتھ آپ کو خاص انس تھا، میرا چشم دید واقعہ بلکہ روزانہ کے واقعات ہیں کہ آپ جس چوکی پر حدیث کی کتاب رکھ کر پڑھاتے تھے معقولات کی کتابیں اس پر نہیں رکھتے تھے، یہ واقعہ میں ساری مدت تعلیم میں دیکھتا رہا، بحق حدیث آپ کے حسن عقیدہ کا اظہار ان اشعار میں کروں تو بجا ہے، آپ گویا زبان حال سے فرماتے تھے ۔

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے دُر دانۂ درج مصطفیٰ ہے
صوفی عالم حکیم دینی کرتے رہے اسی کی خوشہ چینی
بابا کے ہاں سے کون لایا جس نے پایا یہیں سے پایا"

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۸ ستمبر ۲۶ محرم ۱۳۶۱ھ)

مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کا ارشاد مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی معقولات کے مداح نہیں تھے بلکہ اس کو پڑھنے کی ترغیب بھی نہ دیتے تھے، ان کے صاحبزادے مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ مدرسہ مظاہر علوم میں مشکوٰۃ اور حدیث کی کتابیں لمبی لمبی تقریروں سے ہوتی تھیں تو میں نے اپنے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحب سے کئی دفعہ اجازت چاہی کہ حدیث کی فلاں کتاب کی سماعت کرلوں مگر انھوں نے بڑی شدت سے منع فرمایا اور یہ فرمایا کہ:

"حدیث کی کتاب اپنے حضرت قدس سرہٗ (مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ) کے علاوہ

کسی سے نہیں پڑھیں، البتہ منطق و فلسفہ کی کتاب کسی اور سے پڑھ لو
مضائقہ نہیں اور توجیہ یہ ہے کہ بے ادب اور گستاخ ہے، منطق اور فلسفہ وغیرہ
کے اساتذہ میں سے اگر کسی کی گستاخی کرے گا تو وہ کتابیں جاتی رہیں
گی، بلا سے جاتی رہیں لیکن حدیث کے اساتذہ میں سے اگر کسی سے
تونے گستاخی کی تو یہ گوارہ نہیں ہے کہ تیری حدیث ضائع ہو۔"

(دلی کامل ص ۳۴)

سید الطائفہ حضرت حاجی صاحبؒ کا موقف

واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی معقولات سے ناراض اور برافروختہ ہوتے تھے، اور ان کی آمد پر معقولات کا درس بند کر دیا جاتا تھا چنانچہ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں:

"مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مولانا مملوک علی نانوتوی سے دین کی کوئی کتاب نہیں بلکہ منطق کا مشہور متن سلم العلوم پڑھتے تھے، اسی عرصہ میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مولانا مملوک علی صاحب سے ملنے کے لئے تشریف لائے، ابھی قریب بھی نہیں پہونچے تھے کہ مولانا مملوک علی صاحب کی نظر سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب پر پڑی، دیکھنے کے ساتھ ہی مولانا مملوک علی صاحب نے پڑھنے والے طلبہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ "لو بھائی کتاب اٹھاؤ حاجی صاحب آرہے ہیں" مولانا گنگوہی نے جھنجلا کر حضرت نانوتویؒ سے کہا بھی یہ اچھا حاجی آیا ہمارا سبق ہی گیا، حضرت نانوتوی نے فرمایا بابا ایسا مت کہو یہ بزرگ ہیں اور ایسے ایسے ہیں، مولانا گنگوہیؒ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے تھے کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ ہم بھی حاجی جی ہی سے مونڈیں گے۔"

(سوانح قاسمی جلد اول ص ۱۷۲)

مولانا محمد تقی امینی کا ارشاد مولانا محمد تقی امینی ناظم شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی فلسفہ سے خوش نہیں ہیں، بلکہ وہ اس کو روح انسانی کے لیے سخت مہلک اور مضر سمجھتے ہیں اور اس کو جسم بے جان اور درخت بے پھل گردانتے ہیں، چنانچہ اپنی فصیح و بلیغ زبان میں رقمطراز ہیں:

"فلسفہ کسی دور میں بھی انسانی دکھ درد کا علاج کرنے اور نیز روح انسانی کو مطمئن کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے اور دنیا بالآخر مذہب ہی کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوئی ہے، واقعہ یہ ہے کہ ہر جدید فلسفہ مذہب کے انحطاط کے دور میں بروئے کار آتا ہے لیکن روح انسانی کو اس سے تشفی نہ ہونے کی وجہ سے بعد میں مذہب کے ساتھ سمجھوتہ کی صورتیں نکالی جاتی ہیں اور مذہب کو تاویل و تحویر کے ذریعہ اس کے مطابق بنانے کی کوشش ہوتی ہے، یہ صورت حال فلسفہ کے لئے یقیناً مفید ہوتی ہے کہ مذہب کے ذریعہ وہ اپنے پائے چوبیں کو مضبوط کرتا ہے لیکن مذہب کے لئے سخت مضر ہوتی ہے، اس سے اس کا اصلی کردار ختم ہو جاتا ہے؛ اس کی جذب و انجذاب کی حالت ختم ہو جاتی ہے اور بالآخر وہ فلسفہ کی صف میں اپنی اقدامی حیثیت کو ختم کر کے صرف مدافعانہ صورت میں باقی رہتا ہے۔"

(لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر ص ۱۲۳)

مولانا ابوالکلام آزادؒ کی رائے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم فلسفہ کے شیدائی و فدائی تھے مگر خود اس کے حق میں نہیں ہوئے بلکہ اس کو کلیلہ و دمنہ کی کہانی اور الف لیلیٰ کی داستان کہتے تھے اور اس کے مفاسد و مضر اثرات کو برملا ظاہر کرتے تھے، چنانچہ "غبارِ خاطر" میں فرماتے ہیں:

"طالب علمی کے زمانہ سے فلسفہ میری دلچسپی کا خاص موضوع رہا ہے، عمر کے

ساتھ ساتھ یہ دلچسپی برابر بڑھتی گئی لیکن تجربے سے معلوم ہوا کہ عقل زندگی کی تلخیاں گوارہ کرنے میں فلسفہ سے کچھ زیادہ مدد نہیں مل سکتی۔ یہ ہماری طبیعت میں ایک طرح کی رواقی بے پروائی پیدا کر دیتا ہے اور ہم زندگی کے حوادث و آلام کو عام سطح سے کچھ بلند ہو کر دیکھنے لگتے ہیں لیکن اس سے زندگی کے طبعی انفعالات کی گتھیاں سلجھ نہیں سکتیں، یہ ہمیں ایک طرح کی تسکین ضرور دے دیتا ہے لیکن اس کی تسکین سرتاسر سلبی ہوتی ہے۔ ایجابی تسکین سے اس کی جھولی ہمیشہ خالی رہی، یہ فقدان کا احساس کم کر دے گا لیکن حاصل کی کوئی امید نہیں دلائے گا، اگر راحتیں ہم سے چھن گئی ہیں تو فلسفہ ہمیں کلیلہ ودمنہ کی دانش آموز چڑیا کی طرح نصیحتیں کرے گا لیکن کیا اس کھونے کے ساتھ پانا بھی ہے اس بارے میں وہ ہمیں کچھ نہیں بتلاتا کیونکہ بتلا سکتا ہی نہیں اور اس لئے زندگی کی تلخیاں گوارہ کرنے کے لئے صرف اس کا سہارا کافی نہ ہوا۔"

(غبارِ خاطر ص۳۶)

مولانا دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"فلسفہ شک کا دروازہ کھول دے گا اور پھر اسے بند نہیں کر سکے گا۔"

(غبارِ خاطر ص۳۷)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح کا ارشاد

التعلیق الصبیح اور تفسیر معارف القرآن ادریسی کے مصنف مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ معقولات کو اغلوطات اور خرافات کہا کرتے تھے اور اس کی ملمع سازی اور مغالطوں سے بچنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ معقولیوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

فیا معشر الاخوان والخلان مالکم قد اعرضتم عن ھذہ اللسان ومالکم قد صدفتم عن علوم السنۃ والقرآن و علوم الصحابۃ والذین اتبعوھم باحسان ومالکم قد اشرب فی قلوبکم حب زمزمۃ البرطانیۃ ورطانتھا والاغلوطات المنطقیۃ وتلمیعاتھا وتمویھات فلسفۃ الیونان ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وآباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان۔	دوستو اور بھائیو! تمھیں کیا ہوا کہ اس زبان (عربی) سے اعراض کئے بیٹھے ہو اور قرآن وحدیث اور صحابہؓ تابعین کے علوم سے منہ موڑ لئے ہو، تمھیں کیا ہوا کہ تمھارے دلوں میں انگریزیت کی آگ اور اس کی بکواس اور منطقیانہ بیہودگیاں اور خرافات اور فلسفۂ یونان کی ملمع سازیاں گھونٹ گھونٹ کر پلادی گئی ہیں، وہ چند گنے چنے نام ہیں جن کو تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے رکھ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کی کوئی حجت نہیں اتاری ہے۔

(دیباچۂ مقامات حریری محشّٰی بحواشی مولانا کاندھلوی ص)

باب ہشتم

تکفیرات وتعزیرات

ماضی کی تاریخ بتاتی ہے کہ معقولیوں نے جب جب دنیا میں اپنا سر غرور ابھارا تو علمائے دین نے انھیں کچل کر رکھ دیا اور کبھی انھیں پنپنے کا موقع نہیں دیا، کہیں قتل کئے گئے، کہیں تلوار سے اڑائے گئے، کسی کو زہر ہلاہل دیا گیا، کسی کو قید وبند

کی مشقت میں پکڑا گیا، کسی کی کتابیں نذرِ آتش کی گئیں، کسی کے خلاف [illegible] گئے، غرضیکہ انھیں زندگی بھر ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی اور چین و [illegible] سانس کبھی نہ لینے پائے۔ اگلی سطروں میں انہی واقعات سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے اور ان کے مخفی چہروں کی پھرے طور سے نقاب کشائی کی جا رہی ہے:

فلاسفہ کی تکفیر فلاسفہ کے عقائد و خیالات اور ان کے افکار و نظریات مثلاً تعدد قدماء کا قول، آسمانوں میں خرق و التیام کا انکار، [illegible] صورت کی قدامت کا قول، حق تعالیٰ کے جزئیات کے عدم علم کا قول وغیرہ وغیرہ اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ انھیں مطلقاً دائرۂ اسلام سے خارج کیا جائے اور انھیں اسلام اور مسلمانوں کے لئے سمِ قاتل گردانا جائے خواہ وہ متقدمین ہوں یا متاخرین، اوائل میں ہوں یا اواخر میں۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فانی رأیتهم اصنافا ورأیت	میں نے فلاسفہ کی اور ان کے
علومهم اقساما وهم علی	علوم کی کئی قسمیں دیکھی ہیں مگر
کثرة اصنافهم یلزمهم	مختلف اقسام میں منقسم ہونے
سمة الکفر والالحاد وان	کے باوجود ان پر کفر و الحاد
کان بین القدماء منهم	لازم آتا ہے خواہ حق سے
والاقدمین وبین الاواخر	قریب یا دور ہونے میں ان کے
منهم والاوائل تفاوت	متقدمین و متاخرین اور اوائل
عظیم فی البعد عن الحق	اواخر کے درمیان کتنا ہی فرق
اصنافا۔	کیوں نہ ہو۔

(المنقذ من الضلال ص[illegible])

جبلی باطنی کی تبلیغ: یونان کے نامور فلسفی ایبذقلیس کا پیرو کار عہد اسلام میں محمد بن عبداللہ الجبلی الباطنی القرطبی تھا مگر علمائے دین نے اس پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا جس کا سبب اس کے وہ کفریہ عقائد تھے جو یونانی فلسفہ کے زیر اثر پیدا ہوئے تھے۔ وہ اپنے مرشد کے فلسفہ کا بڑا شیدائی تھا، اس نے زندگی بھر اس کی اشاعت کی، اس نے اپنے والد اور ابن وضاح الخشنی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا لیکن جب اس نے اپنے پیشوا کے فلسفہ کا پرچار شروع کیا تو لوگ اس سے متنفر ہو گئے، علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا، چنانچہ وہ مشرق کی طرف بھاگ نکلا، مدتوں مشرقی ممالک میں گھومتا رہا، وہاں اعتزال وکلام اور ارباب جدل ومناظرہ کی مجلسوں میں شامل ہو گیا پھر اندلس چلا گیا جہاں زہد و تقویٰ کا لبادہ اوڑھ کر اپنے فلسفہ کی اشاعت میں لگ گیا، کچھ لوگ اس کی صورت سے دھوکا کھا کر اس کے جال میں پھنس گئے اور کچھ متنفر ہو گئے، لوگوں کے عقیدت کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی چرب زبانی سے بڑی بڑی مشکلوں کو سر کر لیتا تھا۔

(تاریخ الحکماء اردو ص ۳۹)

امام منطق کی جلاوطنی: تاریخ بتاتی ہے کہ معقولی افراد جب کہیں پہونچتے اور وہاں اپنی حرکات شروع کرتے تو وہاں کے علماء ان کو جلاوطن کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ شاہ توران عبداللہ ازبک کے عہد میں جب معقولی عالم ملا عصام الدین اسفرائنی کے ذریعہ سمرقند و بخارا میں معقولات کا کچھ زور بندھا تو خبیث الطبع شریر طلباء جہاں کہیں سیدھے سادے سلیم الطبع آدمی کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ گدھا ہے کیونکہ اس سے لاحیوان مسلوب ہے اور چونکہ انتفاء عام مستلزم انتفاء خاص ہوتا ہے اس لئے سلب انسانیت بھی لازم ہے، گویا اس طریقہ سے بر اچھے بھلے انس کو ثابت کر دیا کہتے کہ وہ گدھا ہے، اس لئے قاضی ابو المعالی نے

عبداللہ ازبک شاہ توران کے حکم سے قاضی عصام الدین اسفرائنی کو اس کے طلباء کے ساتھ ماوراء النہر سے نکلوا دیا اور معقولات کی تعلیم و تعلم کی ناشرعیت کو ثابت کر دیا۔

(ظفر المحصلین باحوال المصنفین ص۲۱)

منطق کی بُری سزا

بہت سے معقولیوں اور فلسفیوں نے بڑی بڑی ڈینگیں ماریں کہ ہم یہ کریں گے وہ کریں گے ایسا کر سکتے ہیں ویسا کر سکتے ہیں مگر آخرکار انھیں منہ کی کھانی پڑی، بری طرح سے سزائیں پائیں اور زندگی بھر افسوس کرتے رہے۔ ایک قاری نے قرآن پاک میں جب اس آیت کی تلاوت کی:

اِنْ اَصْبَحَ مَآءُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ (یعنی اگر تمھارے چشموں کے پانی خشک ہو جائیں تو کس میں قدرت ہے کہ پانی اوپر لا سکے) یعنی یہ میری ہی قدرت ہے کہ پانی کو زمین کی گہرائی میں مخفی کر دیتا اور چشموں کو خشک کر دیتا ہوں پھر میں ہی اس کو دوبارہ چشموں میں لاتا ہوں، اس آیت کو سن کر ایک منطقی فلسفی نے کہا کہ میں لا سکتا ہوں، پس جب وہ رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک بہادر مرد نے اس کو ایک طمانچہ مارا جس سے اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں پھر اس بہادر نے کہا او بدبخت! اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو اپنی آنکھوں کا نور واپس لے آ۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اپنی آنکھوں کو بے نور پایا اور اندھا ہو گیا۔

(معارف مثنوی ص۲۳۵)

یعقوب کِندی کے خلاف سازش

یعقوب بن ابی اسحٰق کندی متوفی سنہ [illegible]ھ جس کو مامون الرشید نے یونانی کتابوں کے ترجمہ کے لئے مقرر کیا تھا۔ علماء اسلام نے اس کی بھی مخالفت کی اور اس کے در پے